باب پنجم

تحریک نسواں اور اسلام

مغربی خواتین کے قبول اسلام کے اصل اسباب

حقوق نسواں کی مغربی تحریک کے مایوس کن نتائج

مغرب میں حقوق نسواں کی تحریک مردوں کے مساوی مقام اور حقوق کے لیے شروع ہوئی تھی لیکن حقوق کے نام پر عورت کو جو کچھ ملا ہے' پچھلے صفحات میں واقعاتی حقائق کی روشنی میں ہم نے دیکھا کہ اس کے نتیجے میں اس کی زندگی شدید معائل اور مشکلات کا شکار ہوگئی ہے۔ گھر کا سکون اور تحفظ اس سے چھن گیا ہے۔ خاندان کے ادارے کی ٹوٹ پھوٹ نے اسے بالعموم مستقل رفیق حیات کی معیت سے محروم کردیا ہے۔ باقاعدہ شادیاں اول تو کم ہی ہوتی ہیں اور ہوں بھی تو عموماً ناکامی سے دوچار ہوتی ہیں۔ ورنہ اکثر صورتوں میں اب مرد اور عورت کی رفاقت محض وقتی لذت اندوزی اور عارضی وقت گزاری کے لیے ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں اگر اولاد ہو جائے تو وہ عموماً صرف عورت کی ذمہ داری قرار پاتی ہے۔ اس صورت حال نے اس کے نازک کاندھوں پر تن تنہا بچوں کی پرورش اور معاش کی جدوجہد کی دُہری ذمہ داری ڈال دی ہے۔ جبکہ ملازمت کی جگہوں پر بھی اسے اکثر ناسازگار حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا پیمانہ اس کی اہلیت، فراست، محنت، دیانت اور اچھے اخلاق و کردار سے زیادہ عملاً اس کی جسمانی کشش اور اس کا حسن ہوتا ہے اور یوں عملاً اس کی حیثیت مردوں کا دل بہلانے کے کھلونے کی سی ہوگئی ہے۔ عورتوں کے خلاف جنسی تشدد میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے اور صورت حال روز بروز زیادہ سنگین ہوتی جارہی ہے۔

تحریک حقوق نسواں کی بنیادی غلطی

عورت سے مرد بننے کا مطالبہ

مغرب میں حقوق نسواں کے لیے جدوجہد کے یہ بھیانک نتائج ایک بنیادی غلطی کی وجہ سے رونما ہوئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مردوں کے مساوی حقوق کے لیے عورت کا مردوں جیسا ہی بننا بھی ضروری سمجھ لیا گیا۔ زندگی کے ہر شعبے میں عورت کا مرد کے شانہ بشانہ ہونا ہی اس کی ترقی کا واحد طریقہ قرار پایا۔ اس رویے کے پیچھے لازمی طور پر یہ سوچ کارفرما تھی کہ مرد، عورت سے برتر ہے اور عورت اسی صورت میں مرد کے ہم رتبہ ہوسکتی ہے جب وہ، مردوں والے سارے کام کرنے لگے۔ حالانکہ مرد اور عورت کی فطری ساخت، ان کی نفسیات، جذباتی کیفیات اور مزاجوں کا فرق یہ ثابت کرنے کے لیے بالکل کافی ہے کہ زندگی کے میدان میں ان کے دائرہ کار الگ الگ ہیں۔ گھر سے باہر کی جدوجہد بنیادی طور پر مرد کے ذمہ ہے جبکہ گھر کی مالکہ کی حیثیت سے اسے اپنے خاندان، اپنے شوہر اور بچوں کے لیے پیار محبت اور سکھ چین کا گہوارہ بنانا عورت کا کام ہے۔ اپنے اس کام کی وجہ سے عورت کو مرد سے کمتر سمجھنا ہرگز دانشمندی نہیں۔ جس طرح یہ بحث بے معنی ہے کہ ڈاکٹر برتر ہے یا انجینئر، کیونکہ دونوں کا کام اپنی اپنی جگہ یکساں طور پر اہم ہے، اسی طرح عورت اور مرد کے فطری دائرہ کار کے سبب عورت کو مرد سے کمتر سمجھنا بھی غلط ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ڈاکٹر کو حقوق اسی وقت ملیں گے جب وہ انجینئر والا کام کرکے دکھائے تو ایسے شخص کی دماغی صحت پر لازماً شبہ کیا جائے گا۔ تاہم مغرب کی عورت کو یہی سمجھایا گیا کہ تم چونکہ عورت ہونے کی وجہ سے مرد سے کمتر ہو اس لیے تمہیں مردوں جیسا بن کر دکھانا ہوگا۔ اور وہ بے چاری اس فریب میں پوری طرح گرفتار ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گھر کی دیکھ بھال، بچوں کی پرورش اور معاش کی جدوجہد کی سہ طرفہ ذمہ داریوں کے بوجھ تلے کچلی جارہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جذباتی تسکین کے لیے اسے شوہر یا بوائے فرینڈ کی صورت میں مردوں سے مخصوص تعلقات کے تقاضے بھی نبھانا ہوتے ہیں۔ پچھلے صفحات میں ہم نے دیکھا کہ مغرب کی عورت اس صورت حال سے بری طرح تنگ آچکی

ہے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ اسے مردوں کے مساوی حقوق اس کی نسائیت کو قائم رکھتے ہوئے ہی دیے جائیں اور ان کے لیے اس سے مرد جیسا بننے کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

بہتر متبادل کی تلاش۔ مغربی عورت کی ضرورت

ان حالات میں کسی ایسے متبادل نظام کی تلاش مغرب کی عورت کی ناگزیر ضرورت ہے جس میں اسے مردوں کے مساوی حقوق عورت رہتے ہوئے ہی مل سکیں۔ مغرب میں عورتوں کی اسلام سے بڑھتی ہوئی دلچسپی اور قبول اسلام کے حیرت انگیز رجحان کا درحقیقت یہی اصل سبب ہے۔ مسلمان ہونے والی مغربی خواتین کے بیانات سے واضح ہے کہ وہ مسلمانوں کے عملی رویوں کو پیش نظر رکھ کر نہیں بلکہ اسلام کو اس کے اوصاف کی بنیاد پر قبول کر رہی ہیں اور انہیں اس بات کا پورا شعور ہے کہ مسلمانوں کی اسلام سے دوری کے نتیجے میں مسلمان معاشروں میں عورت کے حقوق اور دوسرے حوالوں سے جو خامیاں نظر آتی ہیں، ان کا اسلام کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔

مغربی عورت سرمایہ دارانہ نظام کے استحصال کا شکار

جہاں تک مغرب کے موجودہ سرمایہ دارانہ نظام میں عورت کے حقوق کے تمام تر پروپیگنڈے کے باوجود اس کی بے توقیری اور ناقدری کا معاملہ ہے تو اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام انتہائی خودغرضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عورت کو اس کے اصل دائرہ کار یعنی نئی نسل کی پرورش اور تربیت کے لیے فارغ رکھنے کے بجائے اپنے کارخانوں اور کارگاہوں کو سستی لیبر مہیا کرنے کے لیے چوکوں اور بازاروں میں لے آیا ہے۔ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کی عمارت جس بنیاد پر اٹھائی گئی ہے، وہ حرص و ہوس، لالچ اور خودغرضی ہے۔ اس نظام میں کامیابی کا معیار اپنے منافع کو زیادہ سے زیادہ بڑھاتے چلے جانا ہے خواہ اس کے لیے انسانیت کے تقاضوں کو کتنا ہی پامال کرنا پڑے۔ اس نظام میں کسی اخلاقی قدر کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس نظام کے تحت مردوں کی جانب سے عورتوں کے ساتھ عزت و احترام پر مبنی اس اخلاقی برتاؤ کی

توقع ہی نہیں کی جاسکتی جس کا تجربہ برطانوی نومسلمہ ایوان رِڈلے نے افغانستان میں طالبان کی قید میں رہ کر کیا۔ مفاد پرستی اور خودغرضی پر استوار اس نظام میں عورت جس قسم کے استحصال سے دوچار ہے، وہ اس نظام کی فطرت کا عین تقاضا ہے۔

بائبل میں عورت پیدائشی گناہ گار قرار دی گئی ہے

مغرب میں عورت کی بے توقیری کی دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کے برعکس بائبل میں عورت کو برائی کا محور اور اُس ''ازلی گناہ'' کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے جس کے نتیجے میں آدم وحوا کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیجا گیا۔ اس کے باوجود کہ بائبل اپنی اصل شکل میں محفوظ نہیں اور اس میں بے شمار تحریفات اور تبدیلیوں سے انکار محال ہے، یہی بائبل صدیوں سے اہل مغرب کے مذہبی عقائد کی بنیاد ہے۔ اس بائبل میں عورت کو جس طرح ازلی مجرم کی حیثیت دی گئی ہے، شجرممنوعہ کا پھل چکھنے کی تفصیلات پر مبنی کتاب پیدائش کے تیسرے باب میں بیان کردہ کہانی اس کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ اس داستان پر مشتمل بائبل کی کتاب پیدائش کے تیسرے باب کی پہلی آیت سے ۱۸ویں آیت تک کا متن ملاحظہ فرمائیے:

''اور سانپ کل دشتی جانوروں میں سے جن کو خدا نے بنایا تھا، چالاک تھا۔ اس نے عورت سے کہا کہ کیا واقعی خدا نے کہا ہے کہ باغ کے کسی درخت کا پھل تم نہ کھانا؟ عورت نے سانپ سے کہا کہ باغ کے پھل تو ہم کھاتے ہیں، پر جو درخت باغ کے بیچ میں ہے اس کے پھل کی بابت خدا نے کہا ہے کہ تم نہ تو اسے کھانا، نہ چھونا ورنہ مرجاؤگے۔ تب سانپ نے عورت سے کہا کہ تم ہرگز نہ مروگے۔ بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اسے کھاؤگے، تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤگے۔ عورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لیے اچھا اور آنکھوں کو خوش نما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لیے خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے کھایا۔''

''تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں۔ اور انہوں نے انجیر

کے پتوں کو سی کر اپنے لیے لنگیاں بنائیں۔اور انہوں نے خداوند کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغوں میں پھرتا تھا، سنی۔اور آدم اور اس کی بیوی نے آپ کو خداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا۔تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے باغ میں تیری آواز سنی اور میں ڈرا کیونکہ میں ننگا تھا اور میں نے اپنے آپ کو چھپالیا۔اس نے کہا کہ تجھے کس نے بتایا کہ تو ننگا ہے؟ کیا تو نے اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟ آدم نے کہا کہ جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے، اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا۔تب خداوند خدا نے عورت سے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ عورت نے کہا کہ سانپ نے مجھ کو بہکایا تو میں نے کھایا۔اور خداوند خدا نے سانپ سے کہا کہ اس لیے کہ تو نے یہ کیا، تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا۔تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور اپنی عمر بھر خاک چاٹے گا۔اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تو اس کی ایڑی پر کاٹے گا۔''

''پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا۔تو درد کے ساتھ بچے جنے گی، اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔اور آدم سے اس نے کہا کہ چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا، اس لیے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا۔اور وہ تیرے لیے کانٹے اور اونٹ کٹارے اُگائے گی۔''

قرآن نے ازلی گناہ کے الزام سے عورت کو نجات دی

بائبل کی اس کہانی کے برعکس قرآن کا بیان یہ ہے کہ شجر ممنوعہ کے قریب نہ جانے کے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرانے کے لیے شیطان نے آدم وحوا دونوں کو بیک وقت بہکایا اور دونوں نے اس کی ترغیب سے متاثر ہو کر غلطی کا ارتکاب کیا، پھر دونوں نے اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی بلاتاخیر اللہ سے معافی مانگی اور اللہ نے انہیں معاف کردیا۔جبکہ انسان کو زمین پر بھیجے جانے کا

ارادہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر ظاہر کر دیا تھا، اس لیے انسان کو سزا کے طور پر دنیا میں بھیجے جانے کا تصور بھی قرآن کی رو سے بے بنیاد ہے۔ یہ تفصیلات قرآن میں کئی مقامات پر بیان ہوئی ہیں۔

سورۂ بقرہ کی ۳۰ ویں آیت سے ۳۳ ویں آیت تک کا مضمون وضاحت کرتا ہے کہ انسان کو زمین پر بحیثیت خلیفہ بھیجنے ہی کے لیے تخلیق کیا گیا تھا اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے وجود میں لائے جانے سے قبل ہی فرشتوں کو بتادی تھی۔ ان آیات میں انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

''پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ'' میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔'' انہوں نے عرض کیا کہ'' کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خوں ریزیاں کرے گا؟ اور آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لیے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔'' اللہ نے فرمایا'' میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔'' اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے، پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا'' اگر تمہارا خیال صحیح ہے (کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے انتظام بگڑ جائے گا) تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ۔'' انہوں نے عرض کیا'' نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اتنا علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں۔'' پھر اللہ نے آدم سے کہا'' تم انہیں ان چیزوں کے نام بتاؤ۔'' جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتادیے، تو اللہ نے فرمایا: ''میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں۔ جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو، اسے بھی میں جانتا ہوں۔''

انسان زمین پر بطور مجرم نہیں بحیثیت خلیفۃ اللہ بھیجا گیا

قرآن کے اس بیان سے یہ حقیقت صاف عیاں ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنے خلیفہ کی

حیثیت سے زمین پر بھیجنے ہی کے لیے تخلیق کیا تھا، اس لیے انسان کا زمین پر بھیجا جانا بائبل کے بیان کے برعکس، نہ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سزا کے طور پر تھا نہ حضرت حوا علیہا السلام کو اس طرح کسی گناہ کی سزا دی گئی تھی۔ انسان کے زمین پر بھیجے جانے سے پہلے جو واقعات پیش آئے، انہیں بھی قرآن میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے جس سے انسان کے زمین پر بھیجے جانے کا اصل پس منظر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیات ۳۴ تا ۳۶ میں ان امور کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

''پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا۔ وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔ پھر ہم نے آدم سے کہا کہ ''تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ پیو، مگر اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ نافرمانوں میں شمار ہو گے۔'' آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا چھوڑا جس میں وہ تھے۔ ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے۔''

قرآن کی رُو سے آدم وحوا دونوں کی خطا معاف کر دی گئی

اس سے اگلی دو آیات میں بتایا گیا ہے کہ اس موقع پر آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جسے اللہ نے قبول فرما لیا کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ سورۂ اعراف میں بھی ان واقعات کا ذکر ہے اور وہاں یہ بات اور بھی صراحت سے بتائی گئی ہے کہ آدم وحوا دونوں شیطان کی ترغیب کا شکار ہوئے۔ پھر دونوں نے اللہ سے معافی مانگی اور دونوں کو معاف کر دیا گیا۔ سورۂ اعراف کی متعلقہ آیات (۲۰ تا ۲۳) کا ترجمہ یہ ہے:

''پھر شیطان نے ان دونوں کو بہکایا تاکہ ان کی شرم گاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں، ان کے سامنے کھول دے۔ اس نے ان دونوں سے کہا ''تمہارے رب نے جو تمہیں اس

درخت سے روکا ہے تو اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ، یا تمہیں ہیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے۔'' اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اس طرح دھوکا دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔ آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزہ چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ تب ان کے رب نے انہیں پکارا: ''کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا، اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟'' دونوں بول اٹھے: ''اے رب ہم نے اپنے اوپر بڑا ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا تو ہم یقیناً تباہ ہو جائیں گے۔''

عورت کی بے توقیری میں بائبل کے بیانات کا حصہ

قرآن کا یہ بیان حضرت حوا کو موجودہ بائبل کے اس الزام سے کلیتاً بری قرار دیتا ہے کہ انہوں نے حضرت آدم کو اللہ کے حکم کو نظر انداز کرنے پر آمادہ کیا جس کی پاداش میں انسان کو جنت سے نکال کر زمین پر پھینک دیا گیا، اور حضرت حوا کی اس خطا کی سزا قیامت تک دنیا میں آنے والی ہر عورت کو دردِ حمل اور شوہر کی محکومی کی شکل میں بھگتنا ہوگی۔ قرآن کے اس اعلان نے کہ غلطی کا ارتکاب آدم و حوا دونوں سے یکساں طور پر ہوا اور دونوں نے توبہ کرکے معافی پائی، اسلام میں عورت کے لیے عزت و احترام پر مبنی شاندار مقام کی راہ ہموار کی جبکہ بائبل کی تعلیمات کے سبب سیکولرازم کے تمام دعوؤں کے باوجود مغرب کے اذہان میں عورت کے بارے میں پیدائشی گناہگار ہونے کا تصور موجود چلا آرہا ہے۔ مغرب میں روشن خیالی کے تمام دعوؤں کے باوجود اگر آج بھی عورت کو وہ احترام حاصل نہیں جو اس کا اولین اور لازمی حق ہے تو اس میں عورت کے بارے میں بائبل کے ان تصورات کا بھی یقیناً حصہ ہے۔

اسلامی معاشرے میں عورت کا احترام۔ قرآنی تعلیمات کا نتیجہ

اس کے مقابلے میں مسلمان معاشروں میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو جانے کے باوجود عورت

کو جو تقدس اور احترام حاصل ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن نے عورت کی پوزیشن صاف کی ہے، اس کے بارے میں پیدائشی گنہگار ہونے کے بے بنیاد تصور کی واضح طور پر تردید کی ہے اور بحیثیت انسان اسے مردوں کے مساوی حقوق عطا کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب میں اسلام قبول کرنے والی خواتین ببانگ دہل کہہ رہی ہیں کہ مغرب میں آج عورتیں جن حقوق کے لیے لڑ رہی ہیں یا پچھلے کچھ عشروں میں جو حقوق انہیں گھر کا سکون اور تحفظ قربان کر کے ملے ہیں، اسلام عورتوں کو وہ سارے حقوق تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے ہی، چادر اور چار دیواری کے تحفظ سے انہیں محروم کیے اور چوکوں اور بازاروں کی زینت بنائے بغیر ہی عطا کر چکا ہے۔ ایک ناواقف شخص کے لیے اس بات پر یقین کرنا بلاشبہ مشکل ہے کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق ڈیڑھ ہزار سال پہلے دیے تھے، وہ دور حاضر کی ضروریات اور تقاضوں سے ہم آہنگ ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا وہ یقیناً یہی تصور کرے گا کہ عورت کو جو حقوق ساتویں صدی عیسوی میں دیے گئے تھے وہ آج اکیسویں صدی میں لازماً ازکاررفتہ اور فرسودہ ہو چکے ہوں گے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے عطا کردہ یہ حقوق ہر دور کی طرح آج کے دور کے تقاضوں کی بھی پوری طرح تکمیل کرتے ہیں۔

عورتوں کے حقوق - بنیادی اپروچ

مولانا مودودی عورتوں کے حقوق کے حوالے سے اسلام کے فکر و فلسفہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> عورت اور مرد میں حیاتیات اور نفسیات کے اعتبار سے جو فرق ہے اس کو وہ بعینہٖ قبول کرتا ہے، جتنا فرق ہے اسے جوں کا توں برقرار رکھتا ہے اور جیسا فرق ہے اس کے لحاظ سے ان کے مراتب اور وظائف مقرر کرتا ہے۔

اس کے بعد ایک اہم سوال عورت کے حقوق کا ہے۔ ان حقوق کی تعیین میں اسلام نے تین باتوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے۔

- ایک یہ کہ مرد کو جو حاکمانہ اختیارات محض خاندان کے نظم کی خاطر دیے گئے ہیں

ان سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ ظلم نہ کر سکے اور ایسا نہ ہو کہ تابع و متبوع کا تعلق عموماً لونڈی اور آقا کا تعلق بن جائے۔

- دوسرے یہ کہ عورت کو ایسے تمام مواقع بہم پہنچائے جائیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نظامِ معاشرت کے حدود میں اپنی فطری صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے۔
- تیسرے یہ کہ عورت کے لیے ترقی اور کامیابی جو کچھ بھی ہو عورت ہونے کی حیثیت سے ہو۔ مرد بننا نہ تو اس کا حق ہے، نہ مردانہ زندگی کے لیے اس کو تیار کرنا اس کے لیے اور تمدن کے لیے مفید ہے اور نہ مردانہ زندگی میں وہ کامیاب ہو سکتی ہے۔

مذکورہ بالا تینوں امور کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھ کر اسلام نے عورت کو جیسے وسیع تمدنی و معاشی حقوق دیے ہیں اور عزت و شرف کے جو بلند مراتب عطا کیے ہیں، اور ان حقوق و مراتب کی حفاظت کے لیے اپنی اخلاقی اور قانونی ہدایات میں جیسی پائیدار ضمانتیں مہیا کی ہیں، ان کی نظیر دنیا کے کسی قدیم و جدید نظامِ معاشرت میں نہیں ملتی۔[۱]

اسلام میں عورتوں کے حقوق - جدید یا فرسودہ؟

اسلام میں عورت مرد کے مساوی کس طرح ہے، اسلام نے اسے کیا حقوق دیے اور کیا مرتبہ عطا کیا ہے، اور یہ سب کچھ دور حاضر کے تقاضوں سے کس طرح پوری مطابقت رکھتا ہے، آیئے اس موضوع پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔[۲]

عورتوں کے حقوق کی جدید تعریف

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق ''عورتوں کے حقوق سے وہ حقوق مراد ہیں جو عورتوں کو سماجی اور قانونی لحاظ سے مردوں کے مساوی مقام تک پہنچاتے ہیں''..... ''عورتوں کے لیے مردوں کے برابر مانگے جانے والے ان حقوق میں ووٹ دینے کا حق، اور جائیداد کا حق وغیرہ شامل ہیں۔''

عورتوں کے حقوق مغرب میں

اگر ہم اسلام میں عورتوں کے حقوق کے اس تصور سے اتفاق کریں جو مغرب میں پھیلایا گیا ہے تو یہ باور کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق فرسودہ ہو چکے ہیں۔ جبکہ مغرب میں عورتوں کے حقوق کے نام پر جو کچھ انہیں دیا گیا ہے وہ فی الحقیقت حقوق کے نام پر ان کے جسم کے استحصال، ان کی عفت وعزت کا چھین لیا جانا اور ان کی روح کی تذلیل کے مترادف ہے۔

مغربی معاشرہ جو اسلام میں عورت کے مقام کو بلند کرنے کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے، اس نے خود عملی طور پر عورت کے مقام کو طوائفوں، داشتاؤں اور معاشرے کی تتلیوں تک گرا دیا ہے اور اب وہ جنس فروشوں اور لذت اندوزی کے خواہش مندوں کے ہاتھوں میں کھلونوں کی حیثیت رکھتی ہے اور اس پر فن وثقافت کا رنگین پردہ ڈال دیا گیا ہے۔

عورتوں کے حقوق اسلام میں

اسلام نے انتہائی انقلابی اقدامات کے ذریعے ڈیڑھ ہزار سال پہلے عورتوں کو ان کے واجب حقوق اور مقام دیا۔ عورتوں کی بہتری وترقی اور آزادی کے لیے اپنی سوچ، اپنی معاشرت، اپنی دیکھنے، سننے اور محسوس کرنے کی صلاحیتوں، اور کوششوں کو جدید بنانا اسلام کا مقصد پہلے بھی تھا اور کسی تعطل کے بغیر آج بھی ہے۔ موضوع پر مزید گفتگو سے پہلے میں آپ کی توجہ چند نکات کی جانب مبذول کرانا چاہوں گا۔

چند اہم نکات

- دنیا کی آبادی کا تقریباً پانچواں حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ دنیا میں مختلف قسم کے مسلمان معاشرے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض اسلام سے قریب ہو سکتے ہیں اور بعض بہت دور۔
- اسلام میں عورتوں کے حقوق کو مستند ماخذوں پر جانچا پرکھا جانا چاہیے، نہ کہ اس پر کہ

عام مسلمان یا مسلمان معاشرے کیا کرتے ہیں۔

- اسلام کے مستند ماخذ اللہ کا کلام قرآن اور اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور احادیث ہیں۔
- قرآن کا کوئی حصہ اس کے کسی دوسرے حصے کی کبھی تردید نہیں کرتا، نہ مستند حدیث کی کوئی دوسری مستند حدیث تردید کرتی ہے، اور نہ یہ دونوں مستند ماخذ ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں۔
- بعض اوقات علماء میں اختلافات ہوتے ہیں اور اکثر یہ اختلافات کسی ایک مخصوص آیت کے بجائے قرآن کی مجموعی تعلیمات کی روشنی میں تجزیے سے ختم ہوجاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کی کسی خاص آیت میں اگر کوئی ابہام ہے تو اس کی وضاحت اکثر قرآن میں کسی اور مقام پر موجود ہوتی ہے۔
- اللہ کی رضا کی جستجو، اس دنیا میں اس کے امین کی حیثیت سے کام کرنا، اور شہرت کے حصول کی کوشش یا اپنی انا کی تسکین کے لیے کام کرنے سے بچنا ہر مسلمان مرد اور عورت کی ذمہ داری ہے۔

اسلام کی رُو سے مرد و عورت مساوی ہیں، یکساں نہیں

اسلام مردوں اور عورتوں کی برابری پر یقین رکھتا ہے، برابری کا مطلب یکسانیت یعنی ایک جیسا ہونا نہیں ہے۔ اسلام میں مرد اور عورت کا کردار ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والا ہے، باہم متنازع اور متصادم نہیں۔ اس کی حیثیت ایک شراکت کی ہے جو ایک دوسرے کی مخالفت پر مبنی نہیں کہ دونوں جانب سے ایک دوسرے پر بالادستی کی کوشش کی جائے۔

جنت میں داخلے کا پیمانہ صنف نہیں

مغرب میں اسلام سے متعلق سب سے بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ اسلام میں جنت صرف

مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے نہیں ہے۔ قرآن کی تصریحات کی روشنی میں یہ خیال مکمل طور پر بے بنیاد ٹھہرتا ہے۔ سورہ نساء کی آیت ۱۲۴ میں کہا گیا ہے ''اور جو نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔'' سورہ نحل کی آیت ۹۷ میں بھی یہی بات کہی گئی ہے ''جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔'' ایسا اس لیے ہے کیونکہ اسلام میں صنف جنت میں داخلے کا معیار نہیں ہے۔

اسلام میں عورتوں کے حقوق کی چھ قسمیں

اسلام عورتوں کو جو حقوق دیتا ہے ان کے یہ چھ گروپ بن سکتے ہیں: روحانی حقوق، معاشی حقوق، معاشرتی حقوق، تعلیمی حقوق، قانونی حقوق، سیاسی حقوق۔

اسلام میں عورتوں کے روحانی حقوق

مغربی دنیا میں ایک اور غلط فہمی یہ موجود رہی ہے کہ ''عورت روح نہیں رکھتی''۔ درحقیقت یہ سترھویں صدی کی بات ہے جب روم میں دانش مند مردوں کی کونسل (Council of wise men) کا اجلاس ہوا، اور انہوں نے اس پر مکمل اتفاق کیا کہ عورت روح نہیں رکھتی۔ لیکن اسلام میں مرد اور عورت دونوں یکساں روحانی فطرت کے حامل ہیں۔ یہ بات قرآن میں کہی گئی ہے۔ سورۂ نساء کی پہلی آیت کے الفاظ ہیں ''اے انسانو، اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا۔'' اسی نوعیت کی بات سورہ نحل آیت ۷۲ میں کہی گئی ہے: اور وہ اللہ ہی جس نے تمہارے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں۔'' سورۂ شوریٰ کی گیارھویں آیت میں کہا گیا ہے: ''وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے اور اسی نے تمہاری اپنی جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے ہیں۔''

قرآن میں صاف طور پر یہ ذکر موجود ہے کہ خدا نے انسان کے اندر اپنی روح میں سے کچھ پھونکا، سورہ الحجر آیت ۲۹ میں کہا گیا ہے: ''اور جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔'' یہی بات سورۂ سجدہ کی نویں آیت میں بھی کہی گئی ہے کہ: ''پھر اس کو نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح میں سے کچھ پھونک دیا۔'' اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ انسان میں حلول کر گیا بلکہ یہ ہے کہ خدائے قادر مطلق نے ہر انسان کو اپنی روحانیت اور علم میں سے کچھ عطا کیا ہے اور ہر انسان اس سے قریب تر ہے۔

واضح رہے کہ یہ بات آدم اور حوا علیہما السلام، دونوں کے لیے ہے کیونکہ مرد یا عورت کے بجائے انسان اور بشر کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اس لیے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کے بیان کے مطابق دونوں میں خدا کی روح میں سے کچھ پھونکا گیا۔ اسی طرح ہم قرآن میں پڑھتے ہیں کہ اللہ نے انسان کو زمین پر اپنا نائب، امین یا خلیفہ بنایا ہے۔ جیسے کہ سورہ بنی اسرائیل کی ۷۰ ویں آیت میں کہا گیا ہے ''ہم نے بنی آدم کو عزت عطا کی ... اور اپنی بہت سے مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔'' یہاں بنی آدم کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جس کا مطلب آدم کی تمام اولاد ہے جس میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی۔ تاہم بعض مذہبی کتابوں مثلاً بائبل میں انسان کے زمین پر بھیجے جانے کا سبب بننے کا الزام حضرت حوا پر عائد کیا گیا ہے۔ لیکن قرآن کی سورۂ اعراف کی ۱۹ ویں سے ۲۷ ویں آیت تک کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان میں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام بیک وقت دونوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ ان آیات میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ یہ دونوں اللہ کی حکم عدولی کے مرتکب ہوئے، دونوں نے معافی مانگی، دونوں نے توبہ کی اور دونوں کو معاف کر دیا گیا۔ جبکہ بائبل کی کتاب پیدائش کے تیسرے باب میں صرف حضرت حوا کو انسان کے جنت سے نکالے جانے اور زمین پر بھیجے جانے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ اور اصل گناہ کے عقیدے کی رو سے حوا علیہا السلام کی وجہ سے سارے انسان پیدائشی گناہ گار ٹھہرے ہیں۔

عمل تولید عورت کے لیے باعث عزت یا باعث ذلت؟

بائبل کی کتاب ''پیدائش'' کے تیسرے باب کی سولہویں آیت میں کہا گیا ہے: پھر اس نے عورت سے کہا: میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا۔ تو درد کے ساتھ بچے جنے گی پھر بھی تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔'' اس کا مطلب ہے کہ حمل اور بچے کی پیدائش بائبل کی رو سے عورت کو بے توقیر کرنے کے لیے ہیں اور دردِ حمل اس کے لیے سزا کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ قرآن حمل اور بچے کی پیدائش کو عورت کے لیے باعث اعزاز و تکریم قرار دیتا ہے۔ سورہ نساء کی پہلی آیت میں کہا گیا ہے ''رحمی رشتوں کا احترام کرو۔'' سورۂ لقمان کی آیت نمبر 14 میں ہے ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا''۔ ایسی ہی ایک ہدایت سورۂ احقاف کی آیت نمبر 15 میں ہے'' ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت جھیل کر ہی اس کو جنا، اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے۔'' قرآن کی ان ہدایات سے واضح ہے کہ اسلام میں حمل اور بچے کی پیدائش سے عورت کے مقام و مرتبے، اور عزت و احترام میں کمی نہیں، اضافہ ہوتا ہے۔

اللہ کی نگاہ میں مرد اور عورت کی فضیلت کا یکساں معیار

فضیلت کا واحد پیمانہ اللہ کے نزدیک تقویٰ یعنی خدا ترسی و پاکبازی ہے۔ سورۂ حجرات کی آیت ۱۳ میں کہا گیا ہے: ''اے انسانو، ہم نے تمہیں مرد و عورت کے واحد جوڑے سے پیدا کیا پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ راست باز ہے۔''

جنس، رنگ، ذات، دولت، اسلام میں انسانی فضیلت کا معیار نہیں ہیں۔ اللہ کی نگاہ میں

اس کا واحد پیمانہ پاکیزگی، راست بازی اور صالحیت ہے۔ انسان مرد ہو یا عورت، اس کی جنس اللہ کے انعام کا پیمانہ ہے نہ سزا کا۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 195 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔''

مردوں اور عورتوں کے لیے مساوی اخلاقی ذمہ داریاں

سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۵ کے معنی ہیں: ''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور مومن مرد اور مومن عورتیں، اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں، اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، کچھ شک نہیں کہ اللہ نے ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں مردوں اور عورتوں کی روحانی اور اخلاقی ذمہ داریاں یکساں ہیں۔ دونوں کے لیے ایمان لانا ضروری ہے، دونوں کو نماز پڑھنی ہے، دونوں کو روزہ رکھنا ہے، دونوں کو خیرات کرنا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اسلام میں عورتوں کو کئی معاملات میں چھوٹ دی گئی ہے۔ ماہانہ ایام اور وضع حمل کے بعد ناپاکی کی حالت کے عرصہ میں عورت کے لیے نمازیں مکمل طور پر معاف ہیں جبکہ ان دنوں میں اسے روزے بھی نہیں رکھنے۔ ان روزوں کی قضا اسے بعد میں کرنی ہے جب اس کی صحت اس کی اجازت دے۔

اسلام میں عورتوں کے معاشی حقوق

اسلام نے عورتوں کو مغرب کے مقابلے میں چودہ سو سال پہلے معاشی حقوق عطا فرمائے۔ ایک بالغ مسلمان عورت چاہے شادی شدہ ہو یا تنہا ہو، جائیداد کی مالک بن سکتی ہے، وہ کسی سے

مشورہ کیے بغیر اپنی کسی بھی جائیداد کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرسکتی، اسے فروخت کرسکتی یا اس سے دستبردار ہوسکتی ہے۔ جبکہ مغرب نے ۱۸۷۰ء میں پہلی بار انگلستان میں شادی شدہ عورت کے حقوق تسلیم کرتے ہوئے اسے کسی سے مشورہ کیے بغیر اپنی کسی جائیداد کو رکھنے یا اس سے دستبردار ہونے کی اجازت دی۔

عورتوں کے لیے کام کرنے کا حق

عورت کو اسلام نے یہ حق دیا ہے کہ اگر وہ کام کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔ قرآن کی کسی آیت یا کسی مستند حدیث میں عورتوں کو کام کرنے سے روکا نہیں گیا ہے جب تک کہ وہ غیر قانونی اور ناجائز نہ ہو، اسلامی شریعت کے دائرے میں ہو، اور وہ اس کام کے دوران اسلامی لباس و آداب کا اہتمام ملحوظ رکھے۔ لیکن فطری طور پر وہ ایسے کام نہیں کرسکتی جس میں اس کے حسن اور جسم کی نمائش ہوتی ہو، مثلاً ماڈلنگ اور فلمی اداکاری وغیرہ۔

بہت سے پیشے اور کام جو عورتوں کے لیے ممنوع ہیں، مردوں کو بھی ان کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر شراب فروشی، جوا خانوں میں کام، کوئی بھی غیر اخلاقی اور بددیانتی پر مبنی کام۔ ایسے تمام کام مرد وعورت دونوں کے لیے ممنوع ہیں۔ ایک حقیقی اسلامی معاشرہ عورتوں سے ڈاکٹری جیسے پیشے اختیار کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ ہمیں خاتون گائنا کالوجسٹ کی ضرورت ہے۔ ہمیں خاتون نرسیں درکار ہیں۔ ہمیں خواتین اساتذہ کی ضرورت ہے۔ لیکن اسلام عورت پر مالی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ خاندان کے اندر مالی ذمہ داریوں کا بوجھ مرد کے کاندھوں پر ڈالا گیا ہے۔ اس لیے عورت کو اپنی گزر بسر کے لیے کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جب حقیقتاً حالات کا تقاضا ہو اور مالی بحران کی وجہ سے ضروریات کی تکمیل محال ہوگئی ہو، تو عورت کام کرنے کا راستہ اختیار کرسکتی ہے۔ تاہم ان حالات میں بھی کوئی اسے کام کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ وہ اس سلسلے میں اپنی آزاد مرضی سے جو فیصلہ چاہے کرسکتی ہے۔

عورتوں کے لیے مالی تحفظ

عورت کو اسلام میں مرد کے مقابلے میں زیادہ مالی تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا مالی ذمہ داری کا بوجھ عورت پر نہیں ڈالا گیا ہے، بلکہ خاندان کے اندر یہ ذمہ داری مرد کو دی گئی ہے۔ عورت کی شادی سے پہلے اس کی مالی ضروریات کی تکمیل باپ یا بھائی کے ذمہ ہے، اور شادی کے بعد یہ ذمہ داری شوہر یا بیٹے پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کے کھانے پینے، لباس، رہائش اور مالی ضروریات پوری کریں۔

عورت کے لیے شادی کا لازمی تحفہ

شادی ہوتی ہے تو عورت فوائد حاصل کرنے والی ہوتی ہے۔ شادی کا تحفہ جو مہر کہلاتا ہے، اس کا لازمی حق ہے جسے ادا کرنے کا شوہر پابند ہوتا ہے۔ یہ ہدایت قرآن میں دی گئی ہے، سورۂ نساء کی چوتھی آیت میں کہا گیا ہے ''اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کرو۔'' اسلام میں شادی کے انعقاد کے لیے مہر لازمی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہاں بہت سے مسلمان معاشروں میں قرآن کی شرط برائے نام مہر رکھ کر پوری کردی جاتی ہے جیسے برصغیر میں ۱۵۱ روپے یا ۷۸۶ روپے، جبکہ شادی کی تقریبات، ضیافتوں اور آرائش وغیرہ پر لاکھوں روپے خرچ کردیے جاتے ہیں۔ اسلام میں مہر کے لیے کوئی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ حد مقرر نہیں کی گئی ہے مگر جب ایک شخص شادی کی استقبالیہ ضیافت پر لاکھوں روپے خرچ کرسکتا ہے تو یقینی طور پر مہر بھی بہت زیادہ ہونا چاہیے۔

بیوی سے جہیز کا مطالبہ اسلام میں ممنوع ہے

مسلم معاشروں میں مختلف ثقافتوں کے طور طریقے شامل ہوگئے ہیں خصوصاً ہندوپاک کے علاقے میں۔ وہ مہر میں ایک چھوٹی سی رقم دے کر امید رکھتے ہیں کہ بیوی جہیز میں فریج، ٹی وی سیٹ، حتیٰ کہ ایک اپارٹمنٹ، کار، قیمتی زیورات اور بھاری رقم سب کچھ لے کر آئے۔ ان توقعات اور مطالبات کا انحصار شوہر کی حیثیت پر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر وہ گریجویٹ ہے تو ایک لاکھ کی توقع رکھی

جاسکتی ہے، اگر انجینئر ہے تو تین لاکھ اور ڈاکٹر ہے تو پانچ لاکھ کا مطالبہ ہوسکتا ہے۔ یہ طرز عمل اسلام کے منشاء اور تعلیمات کے بالکل منافی ہے۔ اگر لڑکی کے سرپرست اپنی آزاد مرضی سے لڑکی کو کچھ دیں تو یہ قابل قبول ہے لیکن ان سے کسی بھی چیز کا براہ راست یا بالواسطہ مطالبہ اسلام میں قطعی ممنوع ہے۔

عورت کی کوئی مالی ذمہ داری نہیں

اگر کوئی عورت کام کرے، جو اس کے لیے لازم نہیں، تو وہ جو کچھ اور جتنا بھی کمائے، اس کی ساری آمدنی خالصتاً اسی کی ملکیت ہوگی۔ اسے گھریلو مصارف میں خرچ کرنا یا نہ کرنا اس کے اپنے فیصلے پر منحصر ہے۔ وہ اپنی آزاد مرضی اور خوشی سے ایسا کرے تو اور بات ہے۔ شوہر کتنا غریب یا کتنا امیر ہے، اس سے قطع نظر، بیوی کی خوراک، لباس، رہائش، علاج معالجہ اور اس کی تمام ضروریات کی تکمیل بہرصورت شوہر کی ذمہ داری ہے۔ طلاق کی صورت میں، اسے عدت کی میعاد کے دوران مالی مدد فراہم کرنا بھی مرد کے ذمہ ہے۔ اور اگر وہ عورت بچوں والی ہو تو بچوں کی ضروریات کے لیے رقم مہیا کرنا بھی مرد پر لازم ہے۔

وراثت میں حصہ۔ عورت کا حق

اسلام نے عورت کو وراثت کا حق مغرب سے صدیوں سے پہلے عطا کیا۔ قرآن کی سورۂ نساء، سورۂ بقرہ، اور سورۂ مائدہ کی متعدد آیتوں میں کہا گیا ہے کہ عورت بلا لحاظ اس کے کہ وہ بیوی ہے، یا ماں، بہن یا بیٹی، وراثت کا حق رکھتی ہے۔ اور یہ خدائے قادر مطلق کی طرف سے قرآن میں متعین کردیا گیا ہے۔

اسلام میں عورت کے معاشرتی حقوق

ان حقوق کی درجہ بندی چار ذیلی سرخیوں کے تحت کی جاسکتی ہے۔ بیٹی کو دیے گئے سماجی حقوق، بیوی کو دیے گئے سماجی حقوق، ماں کو دیے گئے سماجی حقوق، بہن کو دیے گئے سماجی حقوق۔

بیٹی کے معاشرتی حقوق

اسلام نے عربوں میں جاری نوزائیدہ بچیوں کے قتل کے رواج کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا۔ سورۂ تکویر کی آیت نمبر ۸اور۹ میں کہا گیا ہے ''اور جب زندہ دفن کردی جانے والی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی؟''۔صرف نومولود لڑکیوں ہی کا قتل نہیں اسلام میں ہر قسم کی طفل کشی قطعی ممنوع قرار دی گئی ہے خواہ اس کی جنس کچھ بھی ہو۔یہ بات سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۵۱میں یوں کہی گئی ہے ''اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔''ایسی ہی بات سورۂ بنی اسرائیل میں بھی کہی گئی ہے: ''اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل بڑا گناہ ہے''۔

اسلام سے پہلے عرب میں کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تو اکثر اسے زندہ دفن کردیا جاتا تھا۔ الحمدللہ اسلام کے پھیلنے کے بعد یہ طریقہ ختم ہوگیا۔مگر بدقسمتی سے ہندوستان میں یہ اب تک جاری ہے۔بی بی سی کے ایک پروگرام میں جسے "Let Her Die" (اس لڑکی کو مرنے دو) کا نام دیا گیا تھا، Emily Beckenen نامی برطانوی رپورٹر نے بھارت میں بیٹیوں کے قتل پر ایک تحقیقی رپورٹ میں انکشاف کیا تھا کہ بھارت میں ہر روز تین ہزار سے زیادہ حمل جنین کے مؤنث ہونے کا پتہ چل جانے کی وجہ سے ضائع کرائے جاتے ہیں۔اس حساب سے سال بھر میں دس لاکھ سے زیادہ جنین اس ملک میں بیٹی سے بچنے کے لیے ضائع کرادیے جاتے ہیں۔اور تامل ناڈو جیسے صوبوں میں بڑے بڑے اشتہاری بورڈ اور پوسٹر نظر آتے ہیں جن پر لکھا ہوتا ہے کہ پانچ سو روپے خرچ کریں اور پانچ لاکھ روپے بچالیں۔اس کا مطلب کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ آپ الٹرا سونوگرافی یا امینوسین ٹنٹس جیسے میڈیکل ٹسٹ کراکے ہونے والے بچے کی جنس کا پتہ چلالیں۔اور اگر یہ لڑکی ہو تو آپ حمل ضائع کراکے پانچ لاکھ روپے بچاسکتے ہیں۔ کیسے؟ بیٹی کی پرورش پر آپ جو رقم خرچ کریں گے اور پھر شادی کے موقع پر ہندوستان کے رواج کے مطابق لاکھوں کا جو جہیز اس کی سسرال بھیجیں گے،حمل ختم کراکے یہ ساری رقم بچائی جاسکتی ہے۔تامل ناڈو کے سرکاری اسپتال کی

رپورٹ کے مطابق اس طرح دس لڑکیوں میں سے چار کو مار دیا جاتا ہے۔اس لیے ہندوستان میں عورتوں کی آبادی کا مردوں سے کم ہونا باعث حیرت نہیں ہے۔دختر کشی کا طریقہ ہندوستان میں صدیوں سے جاری ہے۔

قرآن بیٹیوں کے قتل ہی کو ممنوع قرار نہیں دیتا، بلکہ بیٹے کی ولادت پر خوشی کے مقابلے میں بیٹی کی پیدائش پر رنج و ملال پر بھی گرفت کرتا اور اس روش کی مذمت کرتا ہے۔اسلام میں بیٹی کی اچھی پرورش اور تعلیم و تربیت کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ بیٹی اور بیٹے کی پرورش میں جانبداری اور امتیازی سلوک کی قطعی ممانعت ہے۔ایک حدیث کے مطابق ، نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے اپنے بیٹے کو پیار کیا اور اپنی گود میں بٹھایا لیکن اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس رویے پر گرفت کی اور اس شخص سے کہا کہ تم بے انصافی کے مرتکب ہوئے ہو، تمہیں اپنی بیٹی کو بھی پیار کرنا اور اپنی گود میں دوسری طرف بٹھانا چاہیے۔

بیوی کے معاشرتی حقوق

تمام سابقہ تہذیبوں میں عورت کو شیطان کا آلہ کار سمجھا جاتا تھا۔لیکن قرآن نے عورت کو ''محصنہ'' کا نام دیا ہے جس کے معنی ہیں: شیطان سے بچانے والا قلعہ۔یعنی ایک نیک بیوی اپنے شوہر کو غلط راستے پر جانے سے بچاتی ہے۔ رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے''اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں۔'' اور صحیح بخاری جلد سات باب تین کی حدیث نمبر تین کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو ہدایت کی کہ ان میں سے جن کے پاس شادی کے لیے وسائل ہیں انہیں شادی کر لینی چاہیے کیونکہ یہ ان کی نظر اور عفت و حیا کی حفاظت کرے گی۔قرآن کے مطابق اللہ نے شوہر اور بیوی کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت رکھ دی ہے۔ سورہ روم کی آیت نمبر ۲۱ میں کہا گیا ہے'' اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے دلوں میں محبت اور رحمت رکھ دی۔'' سورہ نساء کی آیت نمبر ۲۱ میں شادی کو ایک مضبوط معاہدہ قرار دیا

گیا ہے۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۱۹ میں کہا گیا ہے کہ ''تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو۔'' مطلب یہ کہ شادی کے لیے دونوں فریقوں کی رضا مندی درکار ہے۔ مرد اور عورت دونوں کا شادی کے لیے راضی ہونا لازمی ہے۔ لڑکی کے باپ سمیت کوئی بھی اس کی مرضی کے خلاف اسے شادی پر مجبور نہیں کرسکتا۔ صحیح بخاری جلد سات کتاب ۶۲ حدیث نمبر ۶۹ کے مطابق ''ایک لڑکی کے باپ نے اسے اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور کیا، وہ لڑکی شکایت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شادی کو روک دیا۔ مسند احمد بن حنبل کی حدیث نمبر ۲۴۶۹ میں کہا گیا ہے کہ ''ایک لڑکی کے باپ نے اسے اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور کیا اور وہ شکایت لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم چاہو تو اس بات کو آگے بڑھنے دو اور چاہو تو انکار کردو۔'' اس سے واضح ہے کہ شادی کے لیے مرد اور عورت دونوں کی رضا مندی ضروری ہے۔

اسلام میں بیوی خانہ دار یا گھر والی یعنی گھر کی مالکہ سمجھی جاتی ہے، ہاؤس وائف نہیں کیونکہ اس کی شادی گھر کے ساتھ نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ ہاؤس وائف کی اصطلاح اس کا مطلب جانے بغیر استعمال کرتے ہیں، جبکہ اس کے معنی ہیں کہ آپ گھر کی بیوی ہیں۔ اگر خواتین اس کا صحیح مفہوم جان لیں تو وہ ہاؤس وائف کے بجائے ہوم میکر کہلانا پسند کریں گی۔

اسلام میں عورت کی شادی کسی آقا یا مالک سے نہیں ہوتی کہ اس کے ساتھ غلاموں والا برتاؤ کیا جائے۔ یہ رشتہ برابری کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ مسند احمد بن حنبل کی حدیث نمبر ۷۳۶۷، ۷۳۹۶ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اہل ایمان میں سب سے بہتر وہ ہیں جن کا اخلاق اور برتاؤ سب سے اچھا ہے، اور جو اپنے گھر والوں اور اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتے ہیں۔''

اسلام مرد اور عورت، دونوں کو مساوی حقوق دیتا ہے۔ قرآن میں یہ بات بالکل واضح طور پر کہی گئی ہے کہ مرد اور عورت، شوہر اور بیوی تمام معاملات میں برابر کے حقوق رکھتے ہیں سوائے

خاندان کی سربراہی کے۔ یہ بات سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۸ میں یوں کہی گئی ہے:

''عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق اُن پر ہیں، البتہ مردوں کو اُن پر ایک درجہ حاصل ہے۔''

بیشتر لوگ اس بات کا درست مفہوم سمجھنے میں، کہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ حاصل ہے، غلطی کر جاتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ ہمیں قرآن کا منشاء سمجھنے کے لیے پورے قرآن کو پیش نظر رکھنا چاہیے کیونکہ ایک بات کی تشریح اور وضاحت دوسری جگہ مل جاتی ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ کی آیت کے ان الفاظ کا مطلب سورۂ نسا کی ۳۴ ویں آیت کی روشنی میں صاف ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں کہا گیا ہے ''مرد عورتوں پر قوّام (یعنی ان کے محافظ و منتظم) ہیں کیونکہ خدا نے ان میں سے ایک کو دوسرے کے مقابلے میں زیادہ فضیلت (یعنی طاقت و توانائی) دی ہے اور وہ ان پر اپنے وسائل بھی خرچ کرتے ہیں۔''

لوگ سمجھتے ہیں کہ قوام کا مطلب حاکم ہونا ہے اور مرد اپنی حاکمیت کی وجہ سے عورت پر ایک درجہ برتری رکھتا ہے۔ لیکن دراصل قوام کا لفظ اقامت سے نکلا ہے، اقامہ کا مطلب سمجھنے کے لیے نماز شروع ہونے سے پہلے کی اقامت کی مثال سامنے رکھیے۔ نماز سے پہلے اقامت کہی جاتی ہے تو آپ نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اقامہ کا مطلب ہوا کھڑا ہونا۔ اس لیے قوام کا مفہوم ذمہ داری میں ایک درجہ زیادہ ہونا ہے۔ اور اس ذمہ داری کو شوہر اور بیوی کے باہمی مشورے سے ادا کیا جانا چاہیے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۷ میں کہا گیا ہے ''تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔'' لباس کا مقصد کیا ہے، یہ پوشش اور زینت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ گویا شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کی خامیوں کو چھپانا چاہیے اور ایک دوسرے کو خوش نما بنانا چاہیے۔

قرآن کہتا ہے کہ اگر تم اپنی بیوی کو پسند نہ بھی کرتے ہو تب بھی اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔ یہ بات سورۂ نساء کی ۱۹ ویں آیت میں اس طرح کہی گئی ہے ''ان کے ساتھ بھلے طریقے

سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز جو تمہیں پسند نہیں، اسی میں اللہ نے بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔'' اس سے واضح ہے کہ اگر آپ اپنی بیوی کو ناپسند کرتے ہوں تب بھی آپ کو اس کے ساتھ اچھا اور برابری کا سلوک کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں بیوی اور شوہر کے حقوق برابر ہیں۔ ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ جہاں شوہر کو طلاق کا حق دیا گیا ہے وہاں بیوی کو بھی خلع کا حق دیا گیا ہے۔

ماں کے معاشرتی حقوق

ماں کے احترام سے صرف اللہ کی بندگی ہی بالاتر ہے۔ یہ بات سورۂ بنی اسرائیل کی آیات ۲۳ اور ۲۴ میں کہی گئی ہے۔ ''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں، تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو، اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت اور شفقت کے ساتھ بچپن میں مجھے پالا تھا۔'' اسی طرح سورۂ نساء کی پہلی آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ''رحمی رشتوں کا احترام کرو''۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۱ میں حکم دیا گیا ''والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔'' سورۂ لقمان آیت نمبر ۱۴ میں کہا گیا ''ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ مہربانی کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔'' سورۂ احقاف کی پندرھویں آیت میں بھی اسی بات کا اعادہ کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث کے مطابق جو صحیح مسلم میں بھی ہے، ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس دنیا میں میری محبت، احترام اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا: تمہاری ماں، انہوں نے کہا یا رسول اللہ، ان کے بعد؟ آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا: تمہاری ماں، صحابیؓ نے تیسری بار پوچھا، اے اللہ کے نبیؐ، ان کے بعد

کون؟ اس بار بھی نبی کریمؐ نے جواب دیا: تمہاری ماں۔ صحابیؓ نے چوتھی بار یہی سوال دہرایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: تمہارا باپ۔'' اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی محبت اور احترام کا ۷۵ فی صد حق اس کی ماں کو پہنچتا ہے اور باقی ۲۵ فی صد کا مستحق باپ کو قرار دیا گیا ہے۔

بہن کے معاشرتی حقوق

اسلامی معاشرے میں بہن کی عزت و احترام مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ بہن کے حقوق کے ضمن میں یہ حقیقت پیشِ نظر رہے کہ اسلامی اصولوں کی رو سے باپ کی عدم موجودگی یا اس کے لائق نہ ہونے کی صورت میں غیر شادی شدہ بہن کی کفالت مکمل طور پر بھائیوں کی ذمہ داری ہے۔

اسلام میں عورت کے تعلیمی حقوق

قرآن کی پہلی پانچ آیات جو نازل ہوئیں، سورۂ علق یا سورۂ اقراء میں شامل ہیں۔ ان پانچ آیات میں کہا گیا ہے'' اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے تخلیق کیا۔ پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔''

قرآن میں انسان کو دی گئی پہلی ہدایت یہ نہیں تھی کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، خیرات کرو۔ اس کے بجائے اسے پڑھنے کی ہدایت کی گئی۔ اس سے واضح ہے کہ اسلام تعلیم کو انتہائی اہمیت دیتا ہے۔

اسلام میں تعلیم لازمی ہے

قرآن کہتا ہے'' تم میں سے جو لوگ ایمان والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے، اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔'' (۱۱:۵۸) اور قرآن ہمیں یہ دعا سکھاتا ہے کہ'' اے میرے رب، میرے علم میں اضافہ فرما'' (۲۰:۱۱۴)۔ قرآن کہتا ہے'' جسے حکمت ملی، اسے حقیقت میں بڑی دولت عطا کی گئی۔'' (۲:۲۶۹)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے'' علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔''

(بیہقی) تصور کیجیے کہ چودہ سو سال پہلے جب عورتوں سے انتہائی برا سلوک کیا جاتا اور انہیں جائیداد کی طرح استعمال کیا جاتا تھا، اس وقت اسلام نے عورتوں کو علم حاصل کرنے کی تاکید کی۔ اسلام میں عورتوں کے ان حقوق کو فرسودہ کہا جائے گا یا جدید؟

اسلام میں عورت کے قانونی حقوق

اسلامی قانون کی رُو سے مرد اور عورت برابر ہیں۔ اسلامی قانون مرد اور عورت دونوں کے جان و مال اور جائیداد کا تحفظ کرتا ہے۔ اگر کوئی مرد کسی عورت کو قتل کرے تو قاتل مرد کو قصاص کے تحت موت کی سزا دی جائے گی۔ قصاص کے اسلامی قانون کے مطابق، بلالحاظ اس کے کہ زخم آنکھ کا ہے، ناک کا ہے، کان کا ہے یا جسم کا، مرد اور عورت دونوں کے لیے یکساں سزا ہے۔ اور اگر مقتول کا سرپرست، خواہ وہ کوئی عورت ہو، کہے کہ قاتل کو معاف کر دیا جائے اور اس کے بدلے وہ دیت یعنی زرتلافی یا معاوضہ قبول کرنے کو تیار ہے، تو اس کی رائے مسترد نہیں کی جاسکتی۔ انہیں اسے ماننا ہوگا۔ اور اگر مقتول کے رشتہ داروں کے درمیان اختلاف رائے ہو اور کچھ کا کہنا ہو کہ قاتل کو موت کی سزا ملنی چاہیے اور کچھ اسے معاف کر کے دیت قبول کر لینے کے حق میں ہوں، تو لوگوں کو مقتول عزیزوں کو قاتل کو قتل کرنے سے باز رکھنا چاہیے۔

سورۂ مائدہ کی ۳۸ ویں آیت کے مطابق ''چور خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے، اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا'' مطلب یہ کہ اگر ایک شخص چوری کرے تو قطع نظر اس کے کہ وہ مرد ہے یا عورت، اس کا ہاتھ کاٹ دیا جانا چاہیے۔ یعنی سزا مرد اور عورت دونوں کے لیے ایک ہی ہے۔ سورہ نور کی دوسری آیت ملاحظہ کیجیے۔ اس میں کہا گیا ہے ''زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد، دونوں کو ۱۰۰ کوڑے مارو'' اسلام میں زنا کی سزا یکساں ہے خواہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والا مرد ہو یا عورت۔ دونوں کے لیے سو کوڑے مارے جانے کی سزا ہے۔

اسلام میں عورت کو گواہ بننے کی اجازت ہے۔ تصور کیجیے اسلام عورت کو یہ حق ۱۴ صدی پہلے

دے چکا ہے جبکہ ابھی ۱۹۸۰ء تک یہودی ربی اس بات پر غور کر رہے تھے کہ عورت کو گواہ بننے کی اجازت دی جائے یا نہیں۔لیکن اسلام اسے یہ حق ۱۴۰۰ سال پہلے عطا کر چکا ہے۔

اسلام میں عورت کی عزت وعصمت کی حفاظت کو بہت اہم درجہ دیا گیا ہے۔سورہ نور کی چوتھی آیت میں کہا گیا ہے ''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، اور پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو ۸۰ کوڑے مارو۔'' اسلام میں چھوٹے جرائم کے لیے دو گواہ درکار ہوتے ہیں اور بڑے جرم کے لیے آپ کو چار گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے۔کسی عورت پر جھوٹا الزام لگانا اسلام میں ایک بڑا جرم ہے، لہٰذا آپ کو چار گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے۔آج کے دور میں آپ ماڈرن سوسائٹی میں دیکھتے ہیں کہ مرد عورتوں پر الزام تراشی کرتے اور انہیں طرح طرح کے نام دیتے ہیں۔ وہ انہیں طوائف تک کہہ جاتے ہیں اور ان کے خلاف کچھ بھی نہیں کیا جاتا۔اسلامی ریاست میں اگر کوئی مرد کسی عورت کو طوائف کا نام دے اور وہ عورت عدالت میں شکایت کر دے، اور الزام لگانے والا مرد عورت کے خلاف چار گواہ پیش نہ کر سکے، حتیٰ کہ اگر وہ چار گواہ پیش بھی کر دے اور ان میں سے ایک بھی جھوٹا ثابت ہو جائے تو ان سب کو اَسّی اَسّی کوڑے مارے جائیں گے اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام عورت کی عفت و عصمت کو انتہائی اہمیت دیتا ہے۔

شادی کے بعد عورت اپنے نام کے ساتھ بالعموم اپنے شوہر کا نام لگاتی ہے۔اسلام میں اسے اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو شوہر کا نام اپنے نام میں شامل کرے اور چاہے تو اپنا اصل نام برقرار رکھے۔ بلکہ اسلام میں اصل نام برقرار رکھنے کی سفارش کی گئی ہے۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے مسلمان معاشروں میں عورتیں شادی کے بعد اپنے شوہروں کے نام کو اپنے نام کا حصہ نہیں بناتیں بلکہ اپنا اصل نام برقرار رکھتی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی قانون کی رُو سے مرد اور عورت برابر ہیں۔

اسلام میں عورت کے سیاسی حقوق

سورۂ توبہ کی ۷۱ ویں آیت میں کہا گیا ہے ''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق اور معاون ہیں۔'' اسلامی معاشرے میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے صرف سماجی معاملات میں نہیں بلکہ سیاسی طور پر بھی معاون ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ عورتیں قانون سازی میں بھی حصہ لے سکتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک مشہور حدیث کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ عورتوں کے مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کرنے کے بارے میں گفتگو اور مشاورت کر رہے تھے، کیونکہ زیادہ مہر کی وجہ سے مسلمان نوجوانوں کو شادی کرنے میں مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس اجتماع میں شامل ایک خاتون نے جو پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں، اس موقع پر کھڑے ہو کر اس خیال پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ جب سورۂ نساء کی ۲۰ ویں آیت میں قرآن کہتا ہے کہ ''اگر تم انہیں ڈھیروں مال بھی دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس مت لینا۔'' تو عمر کو مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کرنے کا اختیار کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اس پر حضرت عمرؓ نے فوراً کہا ''عمر غلط ہے اور یہ عورت صحیح ہے۔''

تصور کیجیے، وہ ایک عام مسلمہ تھی، اگر وہ کوئی مشہور خاتون ہوتیں تو اس واقعے میں ان کا نام مذکور ہوتا۔ چونکہ اس میں ان کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا اس لیے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کوئی عام مسلمان خاتون تھیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی نظام میں ایک عام عورت بھی قانون سازی جیسے معاملے میں خلیفہ وقت یعنی اسلامی ریاست کے حکمران اعلیٰ تک کی رائے سے اختلاف کر سکتی اور درست ہونے کی صورت میں اپنی بات منوا سکتی ہے۔ فنی اصطلاح میں کہا جا سکتا ہے کہ حکمران وقت پر خاتون کا اعتراض آئین کی خلاف ورزی کے حوالے سے تھا کیونکہ قرآن اسلامی حکومت اور مسلمانوں کا آئین اور دستور ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلام میں عورتوں کو قانون سازی میں بھی حصہ لینے کی اجازت ہے۔ اور یہ حق اسلام نے عورتوں کو چودہ سو سال پہلے ہی عطا کر دیا تھا۔

مسلمان عورتوں نے میدان جنگ میں بھی خدمات انجام دی ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک پورا

باب اس موضوع پر ہے۔ جہاد کے دوران مسلمان عورتیں مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں، انہیں ابتدائی طبی امداد دیتی تھیں۔ عام حالات میں عورتوں کو میدان جنگ میں نہیں جانا چاہیے کیونکہ قرآن کی رُو سے مرد عورتوں کے محافظ ہیں۔اس لیے جہاد مردوں ہی پر فرض ہے۔لیکن جب حالات کا تقاضا ہو تو عورتوں کو بھی جہاد میں حصہ لینے کی اجازت ہے۔ تاہم حالات کا تقاضا ہو تب بھی وہ اسی صورت میں میدان جنگ میں جائیں گی جب وہ خود ایسا چاہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو اسلام میں بھی وہی صورت ہوتی جو آپ امریکہ میں دیکھتے ہیں۔

امریکہ میں عورتیں جنگ سے محفوظ اور مستثنیٰ نہیں ہیں۔ امریکہ میں عورتوں کو جنگی خدمات میں شرکت کی اجازت ۱۹۰۱ء سے حاصل ہے مگر انہیں باقاعدہ عملی جنگ میں حصہ لینے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ صرف نرسوں کی حیثیت سے خدمات انجام دیتی تھیں۔تحریک نسواں کے آغاز کے بعد ۱۹۷۳ء میں اس تحریک نے مطالبہ کیا کہ عورتوں کو عملی جنگ میں حصہ لینے کی اجازت کیوں حاصل نہیں ہے؟اس بناء پر امریکی حکومت نے عورتوں کو عملی جنگ میں شرکت کی اجازت دے دی۔ اور امریکی محکمہ دفاع کی ایک رپورٹ مجریہ ۲۳ اپریل ۱۹۹۳ء کے مطابق ایک کنونشن میں ۹۰ افراد پر جنسی حملے کیے گئے، ان میں ۸۳ عورتیں تھیں۔ تادیبی کارروائی میں ۱۱۷ افسر ملزم قرار پائے۔ ذرا سوچیے، صرف ایک کنونشن میں ۸۳ عورتیں جنسی زیادتی کا نشانہ بنیں۔ اور ان ۱۱۷ افسروں کا جرم کیا تھا؟ انہوں نے عورتوں کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور انہیں بھاگنے پر مجبور کیا۔ انہوں نے عورتوں کو قطعی برہنہ حالت میں پریڈ کرنے اور برسرعام جنسی عمل پر مجبور کیا۔ کیا یہی وہ چیز ہے جسے آپ 'حقوق نسواں' کہتے ہیں۔ اس واقعے پر امریکی پارلیمنٹ میں شور ہوا، اور صدر بل کلنٹن کو خود اس پر معذرت کرنی اور یہ کہنا پڑا کہ ''جو کچھ ہوا اس پر ضروری اقدام کیا جائے گا'' لہٰذا اسلام میدان جنگ میں عورتوں کو اسی وقت شریک ہونے کی اجازت دیتا ہے جب ایسا کرنا واقعی ضروری ہو۔ لیکن وہاں بھی انہیں اپنے اسلامی لباس اور اسلامی اخلاقیات کی پابندی کرنی ہوگی اور شرم وحیا کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

اگر امریکہ میں اسلامی قانون نافذ ہوتو جب کبھی کسی مرد کی نگاہ کسی عورت پر پڑے گی اور اس کے ذہن میں کوئی غلط خیال آئے گا،تو وہ اپنی نظریں اس منظر سے پھیر لے گا۔ ہر عورت اسلامی لباس پہنے گی جیسا کہ قرآن میں ہدایت دی گئی ہے۔اس کے بعد بھی اگر کوئی مرد کسی عورت سے زیادتی کا مرتکب ہوگا تو اسے موت کی سزا دی جائے گی۔ذرا سوچیے کہ ان حالات میں امریکہ میں عورتوں سے زیادتی کی شرح بڑھے گی، یکساں سطح پر قائم رہے گی، یا اس میں کمی واقع ہوگی؟ بلاشبہ اسلامی قانون دنیا کے جس حصے میں بھی نافذ ہوگا، وہاں عورتوں کے لیے زندگی محفوظ، آسان اور خوشگوار ہوجائے گی۔

خلاصہ کلام

گفتگو سمیٹے ہوئے ایک مثال کے ذریعے عورت اور مرد کی برابری کا تصور واضح کیا جاسکتا ہے۔فرض کیجیے ایک جماعت میں دو طالب علم الف اور ب امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کرتے ہیں۔ دونوں ۸۰ فی صد نمبر لیتے ہیں۔ جب آپ ان کے امتحانی پرچے کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ پرچے میں دس مختلف سوالات تھے۔ ہر سوال دس نمبر کا تھا۔ پہلے سوال میں طالب علم الف نے دس میں سے نو نمبر حاصل کیے اور طالب علم ب نے دس میں سے سات نمبر لیے۔اس لیے پہلے سوال میں طالب علم الف طالب علم ب سے اوپر رہا۔دوسرے سوال میں الف نے دس میں سے سات نمبر جبکہ ب نے نو نمبر حاصل کیے۔اس طرح سوال نمبر دو میں طالب علم ب، الف سے اوپر رہا۔ تیسرے سوال میں دونوں نے دس میں سے آٹھ نمبر پائے اور اس طرح تیسرے سوال میں دونوں برابر رہے۔ جب تمام دس سوالوں کے نمبر جمع کیے گئے تو پتہ چلا کہ الف اور ب دونوں طالب علموں نے ۱۰۰ میں سے ۸۰ نمبر حاصل کیے ہیں، اس طرح مجموعی طور پر دونوں برابر قرار پائے۔ جبکہ الگ الگ دیکھا جائے تو بعض سوالوں میں الف برتر رہا اور بعض میں ب، اور بعض میں دونوں برابر رہے۔

اسی طرح ایک اور مثال اس تناظر میں ملاحظہ کیجیے کہ اللہ نے مردوں کو زیادہ طاقت دی

ہے۔فرض کیجیے آپ کے گھر میں کوئی چور داخل ہوتا ہے۔تو کیا عورتوں اور مردوں کو یکساں تصور کرتے ہوئے آپ نعرہ لگائیں گے کہ میں عورتوں کے حقوق پر یقین رکھتا ہوں اور پھر چور سے نمٹنے کے لیے اپنی ماں، بہن یا بیٹی کو پکاریں گے؟ ظاہر ہے کہ آپ ایسا نہیں کریں گے بلکہ فطری طور پر چور سے خود ہی مقابلہ کرنے کی کوشش کریں گے۔اگر ضرورت ہوئی تو آپ کے گھر کی خواتین مداخلت کر سکتی ہیں ، لیکن چونکہ مرد کو خدا نے زیادہ جسمانی طاقت دی ہے، اس لیے عام حالات میں آپ خود ہی چور سے نمٹنے کی کوشش کریں گے۔اس سے واضح ہے کہ مرد جسمانی طاقت کے اعتبار سے عورت سے ایک درجہ بالاتر ہے۔

آیئے اب ہم ایک اور مثال پر غور کریں جو والدین کے احترام کے حوالے سے ہے۔جیسا کہ ہم نے ایک حدیث نبویؐ میں دیکھا کہ اسلام میں اولاد کی جانب سے ماں کو باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ حسن سلوک کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ یہاں عورت مرد سے ایک درجہ بلند ہے۔جبکہ مجموعی طور پر بحیثیت انسان مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔پس اسلام مرد اور عورت کی برابری پر یقین رکھتا ہے یکسانیت پر نہیں کیونکہ وہ خلاف حقیقت ہے۔مرد اور عورت اپنے فطری اختلافات کے باوجود بحیثیت انسان اسلام کی نگاہ میں مجموعی طور پر برابر ہیں۔

اسلام میں عورتوں کے حقوق کے اہم نکات کا یہ ایک خلاصہ تھا۔اس کے بعد یہ ایک الگ بات ہے کہ مسلمان معاشروں نے کیا کیا یا کیا کر رہے ہیں۔ بہت سے مسلمان معاشروں میں عورتوں کو ان کے حقوق نہیں دیے گئے ہیں اور یہ معاشرے قرآن اور سنت سے انحراف کی روش پر گام زن ہیں۔اس کی ذمہ داری بہت بڑی حد تک مغرب پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ مغرب کے رویے کی وجہ سے بہت سے مسلمان معاشرے حد سے زیادہ محتاط اور اپنے تحفظ کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ حساس ہو کر ایک انتہا پر چلے گئے اور قرآن وسنت سے انحراف کے مرتکب ہوئے۔دوسری انتہا یہ ہے کہ بعض مسلمان معاشروں نے مکمل طور پر مغربی طور طریقے اپنا لیے اور مغربی کلچر کے نقال اور مقلد بن گئے۔لیکن اگر آپ اسلام میں عورتوں کے حقوق کا تجزیہ قرآن و

سنت کی روشنی میں کریں تو آپ اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ فرسودہ اور ازکار رفتہ نہیں بلکہ جدید تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔

عورتوں کے حقوق اور اسلام پر اعتراضات

مغرب میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے اسلام پر بعض لگے بندھے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ ان میں مرد کے لیے چار شادیوں کی اجازت، وراثت میں عورت کے حصے کا مرد کے حصے سے آدھا ہونا، یا مالی معاملات میں اگر گواہی کے لیے ایک مرد دستیاب نہ ہو تو دو عورتوں کو گواہ بنانے کی ہدایت، نماز میں عورت کی امامت اور اسلام میں عورت کے سربراہ مملکت ہونے کی گنجائش وغیرہ جیسے معاملات شامل ہیں۔ تاہم ان تمام سوالوں کے تسلی بخش جوابات دیے جا چکے ہیں، ان موضوعات پر متعدد تصانیف موجود ہیں اور مغرب میں اسلام قبول کرنے والی خواتین ان تمام حوالوں سے مطمئن ہونے کے بعد ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوتی ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر یہاں ان مباحث کو چھیڑنا ممکن نہیں۔

مغربی عورتوں میں اسلام کی مقبولیت کا اصل سبب

اس کتاب میں اب تک جو کچھ پیش کیا گیا اس کی روشنی میں یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مغربی عورتوں میں اسلام سے دلچسپی کا اصل سبب یہ ہے کہ مغرب کے برعکس اسلام انہیں مردوں کے مساوی حقوق، ان سے مرد بننے کا مطالبہ کیے بغیر عطا کرتا ہے۔ اسلام انہیں تمام حقوق عورت رہتے ہوئے ہی دیتا ہے اور اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ عورت ہونے کا مطلب مرد سے کمتر ہونا نہیں ہے۔ اللہ کی نگاہ میں اصل قدر و قیمت ایمان اور اچھے اعمال و کردار کی ہے، مرد ہو یا عورت، اس کسوٹی پر جو بھی پورا اترے گا، اور اپنی ذمہ داریاں درست طور پر ادا کرے گا، اللہ کی رضا و خوشنودی، دنیا اور آخرت کی بھلائیاں اور انعامات اس کے لیے ہیں۔

اسلام پوری انسانیت کا دین

دنیا میں مسلمانوں کے صدیوں سے پستی اور زبوں حالی کی کیفیت میں ہونے کے باوجود دنیا کی انتہائی ترقی یافتہ اقوام میں اسلام کی یہ مقبولیت اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور ہر انسان کے لیے اس میں فطری طور پر کشش موجود ہے، اسی لیے درحقیقت اسلام ہی پوری انسانیت کا دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلی آسمانی کتابوں میں تمام تحریفات اور تبدیلیوں کے باوجود آج بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے آخری رسول اور پوری انسانیت کے تا قیامت راہنما کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لانے کی واضح پیشین گوئیاں موجود ہیں، حتیٰ کہ ہندومت کی قدیم کتابوں میں بھی کلکی اوتار کے نام سے جس آخری رسول کی آمد کی خبر دی گئی ہے، اس کی بیشتر نشانیاں مکمل طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہوتی ہیں۔

بائبل اور انجیل میں اس حوالے سے جو بشارتیں اب بھی موجود ہیں ان کے بارے میں بہت مواد دستیاب ہے۔ ان بشارتوں کا ایک جامع تذکرہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن کی پانچویں جلد میں قرآن کی ۶۱ ویں سورۃ، سورہ صف کی چھٹی آیت کی تشریح میں بھی ملتا ہے۔ جبکہ ہندومت کی قدیم کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو پیشین گوئیاں کی گئی ہیں، ان میں آپؐ کے والدین کے عربی ناموں کا سنسکرت کے ہم معنی الفاظ میں ذکر، مقام پیدائش یعنی مکہ مکرمہ کے لیے مقام امن کے ہم معنی لفظ کا استعمال، اور آپؐ کے اعلیٰ اخلاقی اوصاف اور آپؐ کے ہاتھوں شیطانی طاقتوں کی کامل شکست کا بڑا واضح بیان موجود ہے۔ اس موضوع پر الٰہ آباد کی پریاگ یونیورسٹی اور پھر پنجاب کی چندی گڑھ یونیورسٹی سے وابستہ رہنے والے سنسکرت کے عالم اور محقق پنڈت ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے کی کتاب ''کلکی اوتار اور محمد صاحب'' خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔ اس میں دی گئی معلومات کے درست ہونے کی تصدیق ہندو مذہب کے متعدد دوسرے علماء نے بھی کی ہے جن کی آراء کتاب میں شامل ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۷۰ء میں ہندی زبان میں شائع ہوئی تھی اور اب اس کے اردو ترجمے انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہیں۔

اسلام-غیر مسلم دنیا کے غور وفکر کا حق دار

اس کتاب میں اب تک پیش کی گئی معلومات اہل مغرب اور پوری غیر مسلم دنیا سے اسلام کی تعلیمات پر تمام تعصّبات سے بالاتر ہو کر غیر جانبدارانہ غور وفکر کا تقاضا کرتی ہیں۔ ترقی یافتہ مغربی دنیا کے لوگ خصوصاً خواتین، مسلم دنیا کی تمام تر زبوں حالی کے باوجود اگر اس اعلان کے ساتھ اسلام کو اپنا رہے ہیں کہ یہ زیادہ عادلانہ نظام ہے اور اس میں مرد وزن دونوں کے حقوق اور فرائض کی تقسیم اتنی متوازن ہے کہ ایک حقیقی اسلامی معاشرے میں وہ سماجی اور نفسیاتی مسائل جنم نہیں لے سکتے جنھوں نے تمام مغربی معاشروں کو ابتری کا شکار بنا رکھا ہے، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری رسول اور عالم انسانی کے راہبر ہونے کی گواہی ان کی اپنی مقدس کتابیں بھی دے رہی ہیں تو انہیں سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر رائے قائم کرنے کے بجائے اسلام کے بارے میں براہ راست جاننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

انسانی اتحاد کی حقیقی بنیاد اسلام ہی فراہم کرتا ہے

مغرب اور پوری غیر مسلم دنیا کے اہل فکر ونظر کو اس نکتے پر خاص طور سے غور کرنا چاہیے کہ تمام انسانوں کو ایک خدا کا بندہ اور ایک ماں باپ کی اولاد قرار دینے، کالے اور گورے اور عربی و عجمی سب کو بحیثیت انسان یکساں محترم ٹھہرانے اور انسانوں کے درمیان فضیلت کا معیار صرف کردار کی خوبی کو قرار دینے والا اسلام ہی تمام انسانیت کے اتحاد کی حقیقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں قوم، نسل، رنگ، وطن، علاقہ، زبان اور محنت و سرمایہ وغیرہ کی بنیادیں انسانوں کو خودغرض، حریص، سفاک، ظالم اور متحارب گروہوں میں تقسیم کرنے کے سوا کوئی نتیجہ فراہم نہیں کرسکتیں۔ انسانی دنیا اپنے تجربے سے یہ بات جان چکی ہے۔ اس لیے اگر دنیا میں حقیقی امن مطلوب ہے، جو کسی رکاوٹ کے بغیر پورے عالم انسانی کی مسلسل اور ہموار ترقی کا ضامن ہو، تو وہ صرف اسلام ہے۔

اسلام پر مسلمانوں کی اجارہ داری نہیں

اسلام پر مسلمانوں کی اجارہ داری نہیں، یہ پوری انسانیت کا ورثہ ہے۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنا بھی چنداں دشوار نہیں۔ قرآن اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مستند ترین ذریعہ ہیں۔ قرآن ایک حرف کی تبدیلی کے بغیر تقریباً پندرہ سو سال سے اپنے نزول کی زبان میں مکمل طور پر محفوظ ہے۔اس کے مستند تراجم اور تفاسیر دنیا کی بیشتر زبانوں میں بآسانی دستیاب ہیں۔دنیا کا ہر پڑھا لکھا شخص ان ماخذوں کے ذریعے اسلام کے بارے میں براہ راست جان سکتا ہے۔ اس کے بعد اسے حق حاصل ہے کہ ان باتوں کو قبول کرے یا مسترد کردے۔ پوری دنیا میں اسلام کی حکومت قائم ہو جائے تب بھی کسی شخص کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ قرآن نے اس کی قطعی ممانعت کردی ہے۔

قرآن میں اللہ کا فرمان ہے:

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلاً O یعنی ”یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرلے“ (سورۂ مزمل:۱)، اور یہ کہ:

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا، وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O

یعنی ”دین میں کوئی زور زبردستی نہیں، صحیح بات غلط خیالات اسے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے، اس لیے اب جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسے مضبوط سہارے کو تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔ (البقرہ:۲۵۶)۔

موجودہ حالات اور امت مسلمہ

اب تک ہم نے اس مطالعہ میں دیکھا ہے کہ مسلمانوں کی تمام تر زبوں حالی کے باوجود ایک طرف ترقی یافتہ اقوام میں اسلام کی مقبولیت، دین فطرت کے اپنے اوصاف اور کشش کی بنیاد پر مسلسل بڑھ رہی ہے اور دوسری جانب اللہ کے اس پیغام کو تمام دنیا کے انسانوں تک پہنچانے کے

لیے مبعوث کیے جانے والے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہستی ہیں جن کے بارے میں قدیم مذاہب کے ماننے والوں کو خود ان کی مذہبی کتابوں میں کھلی خوش خبریاں دی جاچکی ہیں جن کی بناء پر نبی اکرمؐ کی شخصیت، پوری انسانیت کے لیے فرماں روائے کائنات کے مقرر کردہ رہنما کی حیثیت سے اُن کے لیے ہرگز اجنبی نہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ یہ حالات خصوصاً ترقی یافتہ مغربی ملکوں کی خواتین میں اسلام کی روز افزوں مقبولیت دنیا کے مسلمانوں کو کیا مواقع مہیا کررہی ہے اور اس صورت حال میں ایک مسلمان کی حیثیت سے ان پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ آئندہ باب میں ہم اسی بات کا جائزہ لیں گے۔

..................حواشی..................

۱- سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، پردہ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، نومبر ۲۰۰۰ء، ص ۲۰۶-۲۰۷

۲- یہ حصہ ڈاکٹر ذاکر نائیک کے ایک لیکچر سے مستفاد ہے۔ حوالہ کے لیے دیکھیے:

http://www.institutealislam.com/womens-rights-in-islam-modernising-or-outdated-part-one-by-dr-zakir-naik/